پروفیسر نعیم مسعود

جواں فکر شورش

۲۵/اکتوبر ۱۹۷۵ء آغا شورش کاشمیریؒ کا یوم وصال ہے۔اُن کی یاد میں ذیل کی تحریر پیشِ خدمت ہے۔(مدیر)

ہم وہ جنریشن ہیں' جنہوں نے صفِ اوّل کے ان اعلیٰ پایہ خطیبوں کو نہیں سنا جن کی لب کشائی کی دل نواز باز گشت اب بھی فضاؤں میں ہے اور جن کے حرفوں اور لفظوں کی بچی خوشبو اب بھی مسحور کن کیفیت کا احساس دلاتی ہے' ان کے لفظوں کی ساحری اور ان کے انداز کی دلبری کا پتہ ان لوگوں سے معلوم ہوتا ہے جنہوں نے خطابت کے ان شہنشاہوں کو مکمل ہوش وحواس اور پورے اُنس کے ساتھ سنا۔ یہ لوگ جب مولانا ابوالکلام آزادؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، ظفر علی خانؒ اور آغا شورش کاشمیریؒ کی تقاریر کی باتیں کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ واقعی اک کمی سی رہ گئی جوان لوگوں کی آوازوں سے کان محروم رہ گئے۔ ربِّ کعبہ ان عظیم لوگوں کو جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام عطا کرے اوحوض کوثر کے جام بھر بھر کر پینے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

سنا ہے وہ لوگ شیریں بیان اور خوش الحان ہی نہیں تھے' بلکہ توحید پرستی اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی نعمت سے بھی سرفراز تھے۔ بلاشبہ وہ لوگ اپنی مثال آپ ہی تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں نے بامقصد زندگی گزاری۔ عشق حقیقی سے تاجدارِ انبیاء ﷺ سے الفت تک وہ لوگ کھرے اور سچے تھے' جس تحریک کا حصہ بنے یا جس تحریک کو جنم دیا' اُسے اپنے خونِ جگر سے آبیار کیا۔ رب تعالیٰ نے بھی ان کے لیے علم وفضل کے در وا کیے ہوئے تھے۔ ان کی سیاست سے لے کر ریاضت تک نبی آخر الزماں ﷺ کے فرمان کے مطابق تھی:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

ربِ العزت' شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی کی زندگی کو گل وگلزار کی تازگیوں اور خوشبوؤں سے بھر دے' جنہوں نے نئی نسل کو نہ صرف خطباتِ شورش سے متعارف یا تجدید محبت کا موقع فراہم کیا بلکہ تاریخ کے کئی اوراق کو سمجھنے اور پڑھنے کے علاوہ' ان پر نئے سرے سے غور وفکر کرنے کا ایک عمدہ موقع اور مواد فراہم کیا۔ ایسی زندہ وجاوید کتاب شائع کرنا بہر حال احرار فاؤنڈیشن ہی کا اعزاز ہو سکتا تھا اور انہوں نے شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی کی محنت کو یوں پیش کیا کہ حق ادا ہو گیا۔ زمانہ کہتا ہے شورش محفلوں کو روشن کرنے والی آخری شمع تھی' جس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ شورش کی چمک کی روایت نے آزادؒ کی شخصیت سے جنم لیا تھا اور جس کی شعائیں عام آنکھ کو چشم بینا کا نور بخشنے کے لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے

جذبات واحساسات سے نمودار ہوئی تھیں۔شورش کا اس جہان فانی سے جانا گویا خطابت کا کوچ اور ظفر علی خان کی صحافت کی رخصتی تھی:

اب شہر آرزو میں وہ رعنائیاں کہاں
ہیں گل کدے نڈھال بڑی تیز دھوپ ہے

خطابت کا فن بھی ربِ کائنات کسی مقدر کے سکندر ہی کو عنایت کرتے ہیں۔یہ وہ فن ہے جس سے خطیب دلوں کو احساس کے سمندر سے بھر دیتے ہیں اور دماغوں کی رگوں کو احساس کے دریا کی روانی عطا کر دیتے ہیں۔سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کا ایک نفیس فرمان ''خطباتِ شورش'' کا دریچہ کھولتے ہی آنکھوں سے دل میں اترتا ہے اور دل ودماغ میں جا کر علم وہنر کے خانے پر دستک دیتا ہے اور سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔

''خطابت انبیاء کی میراث ہے۔ہر نبی بنیادی طور پر خطیب ہی ہوتا ہے' مصنف نہیں۔انبیاء کرام نے خطابت کے ذریعے ہی سے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔خطابت اپنا کوئی موضوع نہیں رکھتی لیکن ہر موضوع کے ابلاغ کا نام ہے۔خطیب وہی کامیاب ہوتا ہے جو عوام کو ان کی سطح سے اٹھا کر اپنی سطح پر لے آئے۔خطابت فنون لطیفہ کی غیر مرئی آواز کے اجتماعی حسن کا نام ہے۔چہروں کا حسن آنکھیں چنتی ہیں' آواز کا حسن کانوں سے چنا جاتا ہے۔''

''خطباتِ شورش'' میں حبیب الرحمٰن بٹالوی صاحب نے ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک ۱۲ خطبات یکجا کئے ہیں جو آغا شورش نے (اچھرہ، موچی دروازہ) لاہور، کوٹ ادو، مظفر گڑھ، دیپال پور، (قلعہ کہنہ) ملتان، چنیوٹ، (لائل پور) فیصل آباد، راولپنڈی اور گوجرانوالہ کے مقامات پر ارشاد فرمائے ہیں۔یہ سارے خطبات اپنے اندر تاریخ، کردار اور جدوجہد کے جوہر سمیٹے ہوئے ہیں۔ان خطبات میں اگر آغا شورش کاشمیریؒ کی شخصیت کو تلاش کریں تو ایک بڑا قدر آور لیڈر، ایک بے باک سخن ور، ایک علم شناس عالم، ایک نباض حکیم، ایک درد دل والا انسان، ایک انمول صحافی، ایک پرجوش ولولہ، ایک توانا رویہ، ایک روشن باب، ایک نڈر مجاہد اور تحریک تحفظ ختم نبوت کا سپہ سالار جذبوں میں امنگ پیدا کرتا، قلب میں ترنگ چھوڑتا، زمانے کی لہروں میں اپنا رنگ بھرتا اور کانوں میں رس گھولتا عظیم الشان مقرر ملے گا۔

(مطبوعہ:''انصاف'' لاہور۔۷/اگست ۲۰۰۴ء)